© rasailojaraid.com

نظرات

خوشی کی بات ہے علیگڈھ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کا بل جو کم و بیش دس برس سے امید و بیم کی منزل سے گذر رہا تھا اور جس کی وجہ سے یونیورسٹی کے اندر اور باہر بڑے بڑے ہنگامے ہوئے اور فسادات ہوئے اور جس کا غلغلہ ملک کے گوشہ گوشہ میں تو تھا ہی بعض بیرونی ملکوں میں بھی اس کی صدائے بازگشت سنی جاتی تھی، وہ پارلیمنٹ کے حالیہ اجلاس میں منظوری کی آخری منزل سے بخیر و خوبی گذر گیا اور قانون بن گیا، یونیورسٹی ایکٹ کی اس تیسری ترمیم (Third Amendment) میں یہ بات واضح طور پر کہہ دی گئی ہے کہ "یونیورسٹی کا مقصد خاص طور پر مسلمانوں کے لیے تعلیمی اور تہذیبی ترقی کا سر و سامان کرنا ہوگا" اور پھر اس مقصد کو حاصل کرنے کے جو ذرائع اور وسائل ہیں ان میں یونیورسٹی کو بہت کچھ خودمختاری دی گئی ہے، مثلاً یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ یونیورسٹی کی مجالس حاکمہ (ایگزیکیٹو کونسل اور کورٹ) کو مزید اختیارات ہوں گے، ان میں اکثریت مسلمانوں کی ہوگی جو مسلمانوں کے مختلف اداروں کے نمائندے ہوں گے، البتہ جہاں تک طلباء اور اساتذہ کا تعلق ہے ان میں مسلم اور غیر مسلم کا فرق و امتیاز نہیں ہوگا، سرسید کے زمانہ میں بھی اس درس گاہ کا دروازہ کبھی غیر مسلموں پر بند نہیں ہوا، تو اب کیوں بند ہو؟ اور یوں بھی پوری تاریخ اسلام گواہ ہے کہ مسلمانوں نے تعلیم اور رفاہ عام کے دوسرے کاموں میں کبھی مسلم اور غیر مسلم کا فرق نہیں جانا۔

بڑی خوشی اس بات کی بھی ہے کہ تمام ممبروں نے (دو کمیونسٹ ممبروں کے علاوہ) پارٹی اور آئیڈیالوجی کے اختلاف کے باوصف اس بل کا خیر مقدم کیا، اور جب چار گھنٹے کی مختصر بحث و گفتگو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیونکہ اس نے منظور کرلیا تو حکومت نے اس پر اپنی مسرت دلی کا اظہار بڑے زور سے کیا اور پارلیمنٹ کی طرف سے اس کو مسلمانوں کے لیے سال نو کا تحفہ قرار دیا گیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ مسز اندرا گاندھی نے ۱۹۸۰ء میں الکشن کے وقت جس بات کا وعدہ مسلمانوں سے کیا تھا وہ اس خوبی سے پورا کر دکھایا کہ اس سے زیادہ نا ممکن تھا۔ مسلمانوں کو ان کا شکرگذار رہنا چاہیے اور ساتھ ہی یونیورسٹی ایکشن کمیٹی کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جو بڑے صبر و استقلال اور عزم و حزم کے ساتھ اپنے موقف پر قائم رہی اور اس کی تکمیل کے لیے جد و جہد سے کبھی غافل نہیں ہوئی۔

لیکن مسلمانوں کو خوب اچھی طرح سمجھنا اور یاد رکھنا چاہیے کہ اس بل کی منظوری کے بعد ان کی ذمہ داریاں بہت بڑھ جاتی ہیں، اب دنیا دیکھے گی کہ مسلمانانِ ہند نے یونیورسٹی کے مقصد کے مطابق اپنے اس عظیم الشان قومی و ملی ورثہ کو تعلیمی اور تہذیبی اعتبار سے کیا واقعی اتنا اونچا کر دیا ہے کہ ایک طرف وہ علوم و فنون اور سائنس و ٹکنالوجی کی تعلیم اور ان میں ریسرچ کے اعتبار سے ملک کی کسی بھی بڑی مشہور و نامور یونیورسٹی سے اگر زیادہ نہیں تو کسی طرح کم بھی نہیں ہے اور دوسری جانب تہذیبی اعتبار سے یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلباء سب اعلیٰ اسلامی اخلاق و تہذیبی اقدار کے حامل ہیں جس کے باعث ان کا وجود نہ صرف اپنی ملت کے لیے بلکہ پوری قوم اور ملک کے لیے سر تا سر خیر و برکت ہو، جس طرح آج ہم آکسفورڈ اور کیمبرج کا نام لیتے ہیں تو معاً ذہن میں ان دونوں یونیورسٹیوں کے مخصوص علمی و تعلیمی معیار اور تہذیبی خصوصیات و امتیازات کا تصور ذہن میں اجاگر ہو جاتا ہے، دنیا دیکھے گی کہ انتظامی امور و مسائل اور معاملات و رد و بست میں خود مختاری (Autonomy) حاصل ہونے کے بعد کیا مسلمانوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو بھی کیمبرج اور آکسفورڈ کی طرح ایک مثالی یونیورسٹی بنانے کی غرض سے مخلصانہ اور سرگرم جد و جہد کا از سر نو آغاز کر دیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمیں اس امر کا برملا اعتراف و اقرار کرنا چاہیے کہ گزشتہ چند برسوں میں یونیورسٹی میں جو حالات و واقعات پیش آتے رہے ہیں انھوں نے یونیورسٹی کی شہرت و عظمت اساسی کو دیرینہ روایات کو شدید مجروح کیا اور عظیم نقصان پہنچایا ہے، یونیورسٹی کا تعلیمی معیار افسوسناک حد تک پست ہوگیا ہے، ڈسپلن اساتذہ اور طلبہ دونوں میں مفقود ہے، انتظامیہ میں فرض شناسی کا جذبہ مضمحل اور کمزور ہے، کورٹ جو یونیورسٹی کی اعلیٰ اور با اختیار ہیئت حاکمہ ہوگی اس کا فرض ہوگا کہ وہ روشن دماغی اور دقتِ نظر سے ان تمام حالات و واقعات اور ان کے وجوہ و اسباب کا جائزہ لے اور یونیورسٹی کی تعمیر نو کا ایک وسیع اور ہمہ گیر پروگرام لے کر عملی قدم کرے، لیکن یہ سب کچھ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب کہ خود کورٹ کے ممبروں میں یونیورسٹی کے تعلیمی اور تہذیبی معاملات و مسائل کے بارہ میں اتحاد خیال و یک جہتی ہو، خلوص و دیانت اور مقصد کی تکمیل کے لیے دل میں تڑپ اور لگن ہو، مسلمان بے شبہ اقلیت میں ہیں لیکن اگر غیرت قومی اور حمیت ملی ہو تو یہی اقلیت میں ہونا فضل الٰہی ثابت ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس سے جوشش، ولولۂ کار اور اکثریت کے ساتھ تنازع للبقاء کے میدان میں مسابقت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ جنوبی ہند میں مسلمانوں کے بڑے بڑے ادارے جو ایجوکیشن اور ٹیکنیکل ایجوکیشن کے کس خلوص اور جوشش سے کام کر رہے ہیں۔ اگر ہم تو ان سے سبق لے سکتے ہیں، دنیا میں وہ قوم ترقی کر سکتی ہے جو آئے دن نعرہ بازی آزنی اور شکوے شکایت سے دور رہ کر اپنے تعمیری کاموں میں خلوص اور دیانت کے مصروف رہتی اور احتساب نفس کرتی رہتی ہے۔

© rasailojaraid.com